اسلام کا عظیم تہذیبی انقلاب حضرت علیؑ کی سیرت کی روشنی میں

اردشیر منگلی

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام تاریخ انسانیت کا عظیم معجزہ ہیں۔ درحقیقت ظہور اسلام سے قبل عرب تہذیب وتاریخ کے مطالعہ کے بعد ان کی معجزاتی شخصیت کی عظمت اور زیادہ اجاگر ہوجاتی ہے کیونکہ دور جاہلیت کا عربی ادب بالخصوص ان منظوم ادب ان کی ثقافت کا مکمل ترجمان ہے۔

دور جاہلیت میں عرب شراب، شمشیر و شاہد و بادہ کے علاوہ کچھ نہیں جانتے تھے۔ ان کے لئے سب سے زیادہ افتخار کی چیز شمشیر تھی۔ عرب میدان جنگ میں مردان جنگ کو تہہ تیغ کرنے پر ہی فخر نہیں کرتے تھے بلکہ حاملہ عورتوں کے قتل کو بھی باعث فخر سمجھتے تھے۔

تغلب قبیلہ کا ایک شمشیرزن اس طرح کہتا ہے۔

حتی تظل الحاملات مخافة   من وقعنا لقذفن کل جنین

ترجمہ: اس طرح کریں کہ ہم سے وابستہ حاملہ عورتیں خوف وہراس میں ہوں اور بچہ ساقط کردیں۔[1]

شمشیر کی اہمیت یہاں تک تھی کہ اس کے ذریعہ عربوں کے روز وشب معین کئے گئے ہیں وہ اپنی جنگوں کو یوم (روز) کہتے ہیں تم یہ کہو گے کہ جس روز شمشیر نہ چلائی جائے اور زمین پر خون نہ بہایا جائے وہ روز خدا کا روز نہیں ہے اور روز (دن) کہلائے جانے کی شائستگی نہیں رکھتا شب میں جام شراب سے مست ہوتے تھے تاکہ دن میں شمشیر کو خون سے سیراب کریں اگرچہ وہ لوگ بخوبی واقف تھے کہ ہر خون (قتل) اپنے ہمراہ قتل رکھتا ہے اور قاتل ایک روز اپنے مقتول کا کشتہ قرار پائے گا۔

اننی قاتلة مقتولة   لعل الله ان برتاع

ترجمہ: میں قتل کرنے والا ہوں اور قتل ہونے والا بھی

تاکہ خداوند عالم مجھے اس زندگی سے آسودہ فرمادے۔[2]

عربوں کی بیرحمی کی داستانیں تاریخ نے محفوظ کی ہیں۔ منذر بن امرأ القیس نے جو عربوں کے درمیان (المحرق) ؎ کے نام سے مشہور تھا، یہ قسم کھائی تھی کہ اگر وہ دشمن پر کامیاب ہوگیا تو انہیں ایک ایک کر کے قتل کرے گا یہاں تک کہ خون پہاڑ کے دامن تک پہونچ جائے۔ اس نے اپنے سپاہیوں کے ساتھ ان پر حملہ کیا اور شدید جنگ کی چنانچہ اہل بکر کی شکست ہوئی اس جنگ میں لوگوں کی بڑی تعداد قتل ہوئی اور منذر نے بہت سے دشمن اسیر کئے اور حکم دیا کہ اسیروں کو پہاڑ پر لے جا کر قتل کیا جائے یہاں تک کہ ان کا خون پہاڑ کے دامن تک پہونچ جائے۔ وہ لوگ جس قدر قتل کرتے، خون یا جم جاتا یا زمین کے اندر چلا جاتا اور پہاڑ کے دامن تک نہیں پہونچتا تھا۔ منذر سے کہا گیا اگر روئے زمین پر موجود قبیلہ بکر کے تمام افراد قتل کر دیئے جائیں تب بھی ان کا خون پہاڑ کے دامن تک نہیں پہونچے گا۔ اس نے کہا مجبوراً قتل کرتے وقت ان کے گلوں پر پانی ڈال دو تاکہ خون پہاڑ کے دامن تک پہونچ جائے اور شاہی قسم پوری ہوجائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور خون پہاڑ کے دامن تک پہونچ گیا۔ اس نے حکم دیا کہ عورتوں کو آگ میں ڈال دیا جائے اور نذر آتش کر دیا جائے۔ ؎

آج بھی ”یوم ذی قار“ ”یوم خزران“ اور یوم الکلاب جیسی جنگوں میں قتل ہونے والوں کی ارواح اسلام سے قبل کے اشعار اور تاریخ میں سرگرداں ہیں۔ ”یوم انصار“ کی جنگیں اوس و خزرج کے قبائل میں ایک عرصہ تک جاری رہیں اور مدینہ میں پیغمبر اکرمؐ کے وارد ہونے کے بعد ختم ہوئیں۔

تغلب اور بکر قبیلوں کے درمیان جنگیں چالیس برس تک جاری رہیں اور صرف ایک اونٹ کے باعث شعلہ ور ہوئیں وہ اس طرح کہ عرب کے شیوخ سے ایک (شخص) کلیب نے جساس کے بہترین اونٹ کو تیر مار دیا جس سے وہ زخمی ہوگیا اس کے باعث قبائل کے درمیان طولانی جنگ کا آغاز ہوگیا اور لڑکیاں عرب جاہلی رسم کے مطابق کلیب اور جساس کے مرنے کے بعد اس طرح شعر پڑھتی تھیں۔

کبھی کسی لڑکی کے رشتہ نہ ہونے پر جنگ بھڑک اٹھتی تھی۔ حارث بن ابی شمر نے منذر بن منذر کی دختر کے ساتھ شادی کے لئے منگنی کی۔ جب لڑکی نے رشتہ سے انکار کیا تو دونوں قبیلوں کے درمیان خونیں جنگ چھڑ گئی۔ آپ یہ کہیں گے کہ عربوں کی شمشیر چاہے جس بہانہ سے نیام سے باہر نکلے جنگجوؤں کے جسموں میں داخل ہوجاتی ہے۔

خود حضرت علیؑ نے نہروان کی جانب جانے سے قبل جو خطبہ ارشاد فرمایا وہ بدوی زندگی کی نہایت

دلکش، ادیبانہ اور سچی تصویر کشی کر رہا ہے۔

"اے گروہ عرب اس وقت تم بدترین مذہب کے پیروکار تھے اور بدترین مقام میں زندگی بسر کر رہے تھے اور سنگلاخ زمینوں اور زہریلے سانپوں کے درمیان زندگی بسر کر رہے تھے سیاہ اور کالا پانی پیتے اور روکھی سوکھی غذا کھاتے تھے اور ایک دوسرے کا خون بہاتے تھے اور قرابتداروں سے دوری اختیار کیے رہتے تھے تمہارے درمیان بت نصب تھے اور تم گناہوں سے دوری اختیار نہیں کرتے تھے"۔ [۵]

عرب کے ان تہذیبی حالات میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت علیؑ کی ذات کا ظہور تاریخ کا معجزہ نہیں تو کیا ہے۔

عظیم معجزاتی شخصیت کا ظہور

ایک مرد آسمان سے زمین پر نازل ہوا جو اضداد کا مجموعہ تھا اور اہل زمین کے لئے ناممکن کو ممکن بناتا تھا جس کی ولادت تاریخ کے دیگر بزرگ افراد کی ولادت سے مختلف تھی جو بے مثال ولادت تھی جسے خدا نے اپنے گھر میں ولادت کا شرف بخشا باپ نے علیؑ نام رکھا اور آپ کے چچازاد برادر یعنی پیغمبر اسلام نے آپ کی کنیت ابوتراب قرار دی۔ علیؑ کی عظمت و بلندی اور ابوتراب تواضع اور تسلیم کی علامت ہے۔

جیسا کہ جارج جرداق نے کہا ہے انسانی تاریخ میں ایسی متضاد صفتیں کسی دوسرے شخص میں اکٹھا نہیں ہوئیں، جیسی ذات علی میں جمع ہو گئیں تھیں۔ علم و دانش اور زبان پر اتنا اختیار تھا کہ نہج البلاغہ وجود میں آئی اور مرد میدان ایسے کہ ان کے لئے ذوالفقار اتری۔

حضرت کا کلام اس قدر عالمانہ تھا کہ جس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے (فوق کلام المخلوق تحت کلام الخالق) [۶] یعنی: انسانوں کے کلام سے بلند اور خدا کے کلام سے پست ہے۔

درحقیقت وہ زبان و شمشیر کے پروردگار تھے۔

علیؑ شجاعت کا نمونہ اعلیٰ

علی کی ذوالفقار نے کا عرب کے بیشتر نامی گرامی پہلوانوں نے مزہ چکھایا یہاں تک کہ آپ کو قتال عرب کہا جاتا ہے۔ [۷] عربوں کو یقین ہو گیا کہ علیؑ کی تلوار تمام صنادید عرب پر غالب ہے جس نے

عرب کے سربرآوردہ لوگوں کی گردنیں قلم کردیں اور ان کے نامور پہلوانوں کو قتل کیا۔ ۵

علی کی ذوالفقار نے کبھی بھی اپنے نفس یعنی اپنی ذات کی خاطر خون نہیں بہایا بلکہ فقط رضای خدا کی خاطر خون بہایا۔ عمرو ابن عبدود سے امام کا مقابلہ اس کی بہترین مثال ہے۔ عبدالفتاح عبدالمقصود اس واقعہ کی اس طرح تشریح کرتے ہیں: جس وقت علی نے عمر بن عبدود کے مقابلہ میں جانے کے لئے پیغمبرؐ سے اجازت چاہی ہر مرتبہ پیغمبر نے انکار فرمایا مگر جب کوئی اور تیار نہ ہوا تو پیغمبر نے اجازت دیدی۔

امیرالمومنین میدان میں آئے۔ گفتگو کو تاریخ نے یوں نقل کیا ہے:

عمر بن عبدود سوال کرتا ہے، تم کون ہو؟

علیؑ: عبدمناف سے ہوں؟ فرزند ابو طالب ہوں

پھر مولا نے فرمایا: اے عمرو تو نے اپنی قوم سے عہد کیا ہے کہ اگر قریش سے کوئی شخص تین چیزیں تیرے سامنے پیش کرتا ہے تو ان میں سے ایک قبول کرے گا۔

عمرو: ہاں میرا عہد اور قرار یہی ہے۔

علیؑ: اس بنا پر ہی تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں عمرو نے ہنستے ہوئے کہا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ میں اپنے باپ دادا کے آئین سے دست بردار ہو جاؤں؟ اور ان کے دین و آئین کو ترک کردوں۔

علیؑ: ” پھر واپس پلٹ جا۔ عمرو نے غضب ناک ہوتے ہوئے کہا تم چاہتے ہو میں پلٹ جاؤں تا کہ عرب میرے فرار کرنے پر طعنہ دیں۔“

مولا نے کہا میں پیادہ ہوں گھوڑے سے اتر جا۔ جنگ ہوئی اور بالآخر مولا کی ضرب سے عمرو زمین پر آ گیا۔ مولا نے چاہا عرب کی رسم کے مطابق اس کا سر قلم کریں مگر اس نے لعاب دہن پھینک دیا۔ اور مولا سینہ پر سے اتر گئے تا کہ ان کا یہ عمل خود ان کے نفس کی خاطر نہ ہو بلکہ صرف خدا کی خاطر ہو۔ یہ تاریخ کا سنہری ورق ہے۔

مولا کی سیرت کے اس واقعہ سے مولانا رومی بھی وجد میں آ گئے اور کہا کہ امیرالمومنین نے ثابت کردیا کہ

بندۂ حقم نہ مامور تنم

یعنی حضرت نے کہا میں حق کی خاطر تلوار چلاتا ہوں میں بندۂ حق ہوں اپنے جسم کا غلام نہیں۔

شیر حقم نیستم شیر ہوا   فعل من بر دین من باشد گواہ

یعنی میں حق کا شیر ہوں خواہشات کا شیر نہیں ہوں میرے دین پر میرا فعل گواہ ہے۔

مارمیت از رمیتم در حرب   من چو تیغم وآن زندہ آفتاب

یعنی جنگ میں میرے متعلق یہ گفتگو ہے کہ میں تیغ کی مانند ہوں اور وہ جلانے والا آفتاب ہے۔

جز بہ یاد او نجنبد میل من   نیست جز عشق احد سرخیل من

یعنی میرا نفس اس کی یاد کے سوا حرکت نہیں کرتا، اس ایک (خدا) کی محبت کے علاوہ میرا کوئی سرخیل نہیں ہے۔

عمرو بن عبدود کی تمام تر شہرت علی کی ذوالفقار کا ذائقہ چکھنے کے بعد سے ہے۔ اگر تاریخ کے صفحات پر اس کا نام موجود ہے اور آج بھی جو عمرو کا نام مکرر سنا جاتا ہے وہ فقط علیؑ کی ذوالفقار کے بوسہ کے باعث ہے۔

علیؑ انصاف وعدالت کا نمونہ اعلیٰ

شمشیر علی شمشیر عدل ہے دوست و دشمن کو نہیں پہچانتی فقط عدالت کو دیکھتی ہے۔ جب بھی حق کو پیروں کے روندا جاتا ہے بلند ہوجاتی ہے۔ حق و انصاف کے معاملے میں علیؑ کا عمل قاطع ہے۔ علیؑ کا ایک چاہنے والا صاحب فضل و شرف ہے لیکن اس سے ایک لغزش سرزد ہوجاتی ہے اس پر حد جاری کرنا ضروری ہے۔ امیرالمؤمنین ہاتھ کاٹ دیتے ہیں۔ وہ شخص کٹے ہوئے ہاتھ کو دوسرے ہاتھ میں لے لیتا ہے۔ اسی حالت میں جب کہ اس کے کٹے ہاتھ سے خون ٹپک رہا ہوتا ہے ابن الکوا سے جو کہ ایک خارجی ہے، ملاقات ہوجاتی ہے ابن الکوا اسے مولا علیؑ کے خلاف بھڑکانا چاہتا ہے۔ چنانچہ ترحم آمیز لہجہ میں اس سے کہتا ہے تیرا ہاتھ کس نے کاٹ ڈالا؟ وہ کہتا ہے میرا ہاتھ سید الوصیین مومنین کی نسبت سب سے اولیٰ علی بن ابی طالب نے کاٹا ہے جو ہدایت کے امام اور رشد و ہدایت کے زمادار ہیں۔

ابن الکوا نے کہا وائے ہو تجھ پر تیرا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے اور تو اس طرح تعریفیں کر رہا ہے؟ اس نے کہا آخر میں ان کی تعریف کیوں نہ کروں جبکہ حضرت کی دوستی میرے گوشت و خون میں گھل مل چکی ہے۔ خدا کی قسم حضرت نے میرا ہاتھ نہیں کاٹا مگر سوائے اس حق کے جسے خداوند عالم نے قرار دیا ہے۔[۹]

علیؑ علم بلاغت کا نمونہ اعلیٰ

جناب ابن عباس پیغمبرؐ کے زمانہ میں بڑے عالم صحابی اور 'حبر الامۃ' کے لقب سے مشہور ہیں اور جاحظ کے بقول صدر اسلام کے خطباء میں وہ بے نظیر تھے۔ وہ بھی امامؑ کے کلام سے مسحور ہیں اور کلام امیرالمومنین کی سحر البیانی اور اس کی تاثیر کو اعجاز آمیز جانتے ہیں۔ جس وقت امیرالمومنین اپنا مشہور خطبہ شقشقیہ بیان فرما رہے تھے جب آپ اس جملہ پر پہنچتے ہیں 'آگاہ ہو جاؤ کہ میرے نزدیک تمہاری یہ دنیا بکری کی ناک سے بہنے والے پانی سے زیادہ حقیر ہے'، اس وقت ایک عراقی دیہاتی شخص کھڑا ہو کر ایک خط حضرتؑ کو دیتا ہے جس کے پڑھنے میں حضرت مصروف ہو جاتے ہیں جب حضرت خط کے مطالعہ سے فارغ ہوتے ہیں جناب ابن عباس عرض کرتے ہیں یا امیرالمومنین کاش آپ اسی مقام سے گفتگو کا آغاز فرماتے جہاں سے آپ نے گفتگو کا سلسلہ ترک کیا تھا۔ امامؑ جواب میں فرماتے ہیں اے ابن عباس یہ گفتگو شقشقیہ تھی جس نے آواز بلند کی اور پھر اپنے مقام پر بیٹھ گیا حضرتؑ کا یہ کلام آپ کے اس درد سے وجود میں آیا تھا جو زمانے نے آپ کو دیا تھا آپ نہیں چاہتے تھے کہ کوئی شخص اس سے زیادہ آپ کے درد سے واقف ہو۔ اس وقت ابن عباس کہتے ہیں خدا کی قسم میں کسی گفتگو کے منقطع ہونے پر اس قدر اندوہ گیں نہیں ہوا جیسا کہ حضرت کے اس کلام کے منقطع ہونے پر ہوا۔ [10]

ہمام بن شریح اپنے وقت کے عبادت گذاروں اور امیرالمومنینؑ کے اصحاب خاص سے ہیں۔ ایک روز امیرالمومنینؑ سے خواہش کرتے ہیں کہ حضرت متقین کے صفات ان کے لئے اس طرح بیان فرمائیں کہ گویا بن شریح ان صفات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

امامؑ ان کی خواہش کو پورا کرنے سے انکار کر دیتے ہیں ہمام پھر سے اصرار کرتے ہیں امامؑ ہمام کا جواب اختصار سے دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اے ہمام تقویٰ الٰہی اختیار کرو اور نیکی کرو۔ لیکن ہمام اس اجمال پر راضی نہیں ہوئے اور امامؑ سے اصرار کرتے ہیں کہ حقیقی مومن کی صفات بیان فرمائیں۔ چنانچہ امامؑ خدا کی حمد و ثنا کے بعد متقین کے ۱۰۵ صفات اس طرح موثر اور عمیق انداز سے تشریح فرماتے ہیں کہ ہمام ایک چیخ مار کر بے ہوش ہو جاتے ہیں۔ [11] اور اسی بے ہوشی میں ان کا انتقال ہو جاتا ہے۔ امامؑ ہمام کی خواہش کے انکار کی علت و سبب اور اس سے ناراحتی کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں خدا کی قسم میں اسی وجہ سے اس چیز

سے ڈر رہا تھا پھر فرماتے ہیں صحیح نصیحتیں اپنے اہل پر اسی طرح موثر ہوتی ہیں۔ [۱۲]

یہ صرف علیؑ کے اصحاب دوستوں اور چاہنے والوں میں سے سید رضی وابن عباس وہمام اور آپ کے دیگر ہزاروں دوستوں کی مثالیں نہیں ہیں جنھیں علیؑ کی سحر البیانی متاثر کرتی ہے بلکہ آپ کے شدید مخالفین حضرت کی قادر الکلامی کا یقین رکھتے ہیں۔

محقن ابن ابی محقن علیؑ سے برگشتہ ہوکر معاویہ کی جانب چلا جاتا ہے معاویہ کو خوش کرنے کے لئے کہتا ہے میں گونگے ترین شخص کی جانب سے تیری طرف آیا ہوں۔ معاویہ نے اس کے جواب میں کہا وائے ہو تجھ پر افسوس کہ تو علی کو گونگا ترین انسان کہتا ہے۔ قریش علی سے قبل فصاحت سے آگاہ نہیں تھے۔ علی نے قریش کو فصاحت کا درس دیا ہے [۱۳]

آخری اموی خلیفہ مروان بن حکم کا کاتب عبد الحمید جو ایرانی الاصل اور ابن مقفع مشہور مصنف اور دانشمند کا استاد ہے وہ انشاء پردازی کے ہنر میں اس قدر زبردست تھا کہ اس کے متعلق لوگوں نے بیان کیا ہے کہ فن تحریر کا عبدالحمید کے ذریعہ آغاز ہوا اور اسی پر خاتمہ ہوگیا۔ جب اس سے سوال کیا گیا کہ کس چیز نے تجھے بلاغت کی اس منزل پر فائز کیا۔ اس نے جواب دیا میں نے علیؑ کے خطبوں سے ۸۰ خطبے حفظ کر لئے اس کے بعد سے میرے ذہن میں مضامین کے سیلاب امنڈنے لگے۔

باز باش ای باب رحمت تا ابد　　بارگاہ مالہ کفواً احد

حواشی

۱- تاریخ کامل ابن اثیر، ج ۲، ص ۶۳۱

۲- گذشتہ حوالہ، ص ۶۱۴

۳- العصر الجاہلی، ص ۵۴

۴- تاریخ ابن اثیر، ج ۲، ص ۶۴۴

۵- اسلامی احادیث اور معتبر تواریخ میں یہ لقب پیغمبرؐ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔ نہج البلاغہ، فیض الاسلام، خطبہ ۲۶، ص ۲۲

۶- حضرت کے مشہور القاب سے ہے جس کے معنی عربوں کا قتل کرنے والا۔ سیری در نہج البلاغہ، استاد مرتضی مطہری

۷- نہج البلاغہ، فیض الاسلام، مقدمہ

۸- مثنوی دفتر اول، ص ۱۶۵، مفاتیح الجنان، شیخ عباس قمی، دعای ندبہ

۹- فیض الاسلام، خطبہ ۱۸۴، ص ۶۱۱، جاذبہ و دافعہ علی، استاد مرتضی مطہری، ص ۳۷

۱۰- نہج البلاغہ فیض الاسلام، خطبہ ۳، ص ۵۲-۵۳

۱۱-۱۲- گذشتہ حوالہ، خطبہ ۱۸۲، ص ۶۱۱

۱۳- سیری در نہج البلاغہ، استاد مطہری، ص ۹